ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

ڈاکٹر سید طارق حسین رضوی
استاد شعبہ اردو، شاہ عبداللطیف یونی ورسٹی خیر پور
طاہر حسین
استاد شعبہ اردو، پی اے ایف کالج، لوئر ٹوپہ، مری

ادبی مذاکرے اور مباحثے کی روایت میں رسائل کا کردار: ایک جائزہ

Dr. Syed Tariq Hussain Rizvi*
Department of Urdu, Shah Abdul Latif University, Khairpur.
Tahir Hussain
Department of Urdu, PAF College Lower Topa, Murree.

***Corresponding Author:**

The Role of Magazines in the Tradition of Literary Discourse and Debate: A Review

The importance of dialogue in civilized societies is certain, which leads to new ideas. The tradition of inviting intellectuals to join together on the platform of discussion and dialogue on behalf of various movements and organizations of Urdu literature has been stable. These are the forums which played an important role in the promotion of different types of thoughts in Urdu literature. Urdu literary magazines also established a unique tradition of organizing such forums. Literary magazines provided an opportunity not only to well-known writers and poets but also to common readers to participate in literary discourse. In this paper, an attempt has been made to present a brief review of such literary forums in some magazines published from Sindh in order to highlight the role of literary magazines in the promotion of this tradition.

Key Words: *Literary dialogue, literary discussion, thoughts, discourse, magazine, unique tradition.*

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

علم و ادب میں نئے افکار و خیالات کی آمیزش کسی معاشرے کے تہذیبی معیار کو بلند کرنے کا باعث ہوتی ہے۔ اس نئی فکر کو پروان چڑھانے کے لیے ایسی فضا درکار ہوتی ہے جہاں گفتگو اور مکالمہ کے لیے ساز گار ماحول میسر ہو۔ علمی و ادبی مذاکرے اور مباحثے کا انعقاد نہ صرف سوال اٹھانے کی آزادی فراہم کرتا ہے بلکہ دعوتِ فکر بھی دیتا ہے اور مجموعی طور پر دانشوروں سے لے کر علم و ادب کے ایک طالبِ علم تک سب ہی کو اس صحت مند سرگرمی میں متحرک و یک جا کر دیتا ہے۔ دوسری جانب یہ عمل پر اعتمادی کے ساتھ اپنی فکر پیش کرنے اور صبر، تحمل اور حوصلہ مندی کے ساتھ دوسروں کے خیالات سے استفادے کا مزاج بھی پیدا کرتا ہے۔ پیشِ نظر مقالے میں اردو ادبی رسائل کی کاوش کا جائزہ لینا مقصود ہے کہ ادبی مذاکرے اور مباحثے کی روایت کو آگے بڑھانے میں ان کا کیا کردار رہا ہے۔ اردو ادبی رسائل کی کثیر تعداد کے باعث یہ جائزہ قیامِ پاکستان کے بعد صرف سندھ سے شایع ہونے والے رسائل تک محدود ہے۔

عام حالات میں علمی و ادبی مذاکرے ہوں یا سیمینار اور کانفرنسز ان کا انعقاد منتظمین اور شرکا سب ہی کے لیے نہ صرف بھاری مالی وسائل بلکہ کثیر وقت اور جسمانی مشقت کا بھی متقاضی ہوتا ہے۔ کووڈ۱۹ کی پُر خطر فضا نے دنیا کو جس طرح online کا مطلب اور اس کی اہمیت و افادیت سے آگاہ کیا ہے وہ ایک نئے دور کا آغاز ثابت ہوا۔ بہ حیثیت چیئر مین اکادمی ادبیات پاکستان ڈاکٹر یوسف خشک نے لاک ڈاؤن کے دوران پہلی مرتبہ نہایت کامیابی کے ساتھ بین الاقوامی سطح کے درجنوں online علمی و ادبی مذاکرے، مباحثے، مشاعرے، سیمینار اور کانفرنسز کا انعقاد کیا۔ اس تجربے سے دیگر علمی و ادبی تنظیموں اور اداروں نے بھی استفادہ کیا اور یوں ایک جدید اور قدرے مختلف انداز میں دانشوروں ادیبوں اور شاعروں کی ادبی، تنقیدی اور تحقیقی سرگرمیاں بحال ہو گئیں۔

اس مثالی online کام کی اہمیت و افادیت اور بالخصوص سہولت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے گزشتہ چھے سات دہائیوں میں ہم اگر اردو ادبی رسائل کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو صرف سندھ میں ہی ہمیں ایسے متعدد رسائل نظر آتے ہیں جنھوں نے اپنے صفحات کو ادبی مذاکروں اور مباحثوں کے لیے پیش کیا، دانشوروں، نقادوں اور محققین کو دعوتِ فکر دی کہ وہ ان کے اس فورم کو استعمال کرتے ہوئے اپنے اپنے مقامات سے ہی بذریعہ مکتوبات اپنے خیالات و افکار پیش کریں۔ صاحبِ ذوق مدیران نے فکر انگیز موضوعات پر موصول ہونے والے مکتوبات کو جس حسنِ ترتیب کے ساتھ پیش کیا وہ قارئین میں مقبول ہوا۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

اس سلسلے کا آغاز سب سے پہلے ہمیں مارچ ۱۹۵۲ء سے ماہ نامہ "قومی زبان" کراچی میں ایک سلسلہ "مولوی صاحب کی ڈاک" شروع ہوا۔ ملک بھر سے لوگ خطوط لکھ کر اردو زبان، تلفظ، املا، روزمرہ، محاورہ اور مختلف الفاظ و محاورات کا جملوں میں درست استعمال سے متعلق سوالات کرتے تھے۔ ان سوالات کے مولوی صاحب کی جانب سے جوابات اسی صفحے پر پیش کیے جاتے تھے۔ مولوی عبدالحق جیسی شخصیت سے اردو زبان اور اس کی اصلاح سے متعلق کوئی بھی فرد براہ راست صرف ایک خط کی صورت میں معلومات حاصل کر سکتا تھا۔ یہ سلسلہ مولوی صاحب کی حیات تک جاری رہا۔

اس کے بعد یہ سلسلہ ہمیں ماہ نامہ "مشرب" کراچی میں نظر آتا ہے۔ دسمبر ۱۹۵۲ء میں کراچی سے ماہ نامہ "مشرب" ابو مسلم صحافی کی ادارت میں جاری ہوا۔ "ادبی نقطہ نظر سے صحت مند تعمیر" کا عزم لے کر اپنے اشاعتی سفر کا آغاز کرنے والے اس ماہ نامے نے ایک علمی وا دبی سلسلہ "دانش کدہ" کے عنوان کے تحت شروع کیا۔ مختلف علمی و ادبی سوالات، نظریات اور مباحث کو اس سلسلے کے تحت پیش کیا جاتا اور مشاہیر علم و ادب کو اظہار خیال کی دعوت دی جاتی۔ خطوط کی صورت میں موصول ہونے والے جوابات کو مرتب کر کے پیش کیا جاتا۔

جون ۱۹۵۲ء میں حیدرآباد سے حسن ظہیر کی ادارت میں ایک ادبی رسالہ "زاویے" جاری ہوا۔ اس رسالے میں "مذاکرہ" کے عنوان سے کسی ایک ادبی موضوع پر مختلف ادیبوں، شاعروں، نقادوں اور محققین کو دعوت فکر دی جاتی۔ مشاہیر کی جانب سے طے شدہ ادبی موضوع سے متعلق ان کے افکار و نظریات پر مبنی خطوط کو مرتب کر کے اس سلسلے کے تحت شائع کیا جاتا تھا۔ جولائی ۱۹۵۶ء کے شمارے میں "قومی یکجہتی اور علاقائی ادب کا کردار" ادبی مذاکرے کا موضوع تھا۔ اس موضوع پر احمد ندیم قاسمی، جیلانی کامران اور اسلم انصاری کے جوابی خطوط مرتب کر کے پیش کیے گئے۔

ستمبر ۱۹۵۶ء میں اختر انصاری اکبر آبادی کی ادارت میں حیدر آباد سے "نئی قدریں" جاری ہوا۔[۱] معاون مدیر میں وقتاً فوقتاً تبدیلیاں ہوتی رہیں یوں حفیظ صدیقی، اے کے ضیا، پروفیسر عظیم عباسی، خالد علیگ، حمید صدیقی اور محمد احمد شامل رہے۔ اس ماہ نامے کے مندرجات میں تحقیقی و تنقیدی مضامین، افسانے اور حصہ شاعری میں منظومات اور غزلیں جب کہ آخر میں قارئین کے خطوط شامل ہوتے تھے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

اختر انصاری اکبر آبادی "نئی قدریں" سے قبل بھی چند ادبی رسائل سے منسلک رہ چکے تھے اور اپنی شاعری کی وجہ سے بھی ملک بھر کے حلقہ ادبی میں جانے پہچانے جاتے تھے۔اس لیے اپنے سابقہ مدیرانہ تجربے اور تعلقات کے باعث انہیں مولوی عبدالحق،ڈاکٹر سید عبداللہ،ڈاکٹر غلام مصطفی خاں، ڈاکٹر شوکت سبزواری،ڈاکٹر ابواللیث صدیقی،شاہد احمد دہلوی،ڈاکٹر عبادت بریلوی،ڈاکٹر محمد احسن فاروقی، ڈاکٹر کریم الدین احمد،ڈاکٹر وحید قریشی،ڈاکٹر فرمان فتح پوری،ڈاکٹر وزیر آغا،سہیل بخاری جیسے نامور نقاد محققین اور ادیبوں کی قلمی معاونت حاصل رہی۔"نئی قدریں" کے صفحات نئے لکھنے والوں کی نثری وشعری تخلیقات بھی پیش کرتے رہے۔اختر انصاری اکبر آبادی نے اس رسالے سے اردو سندھی ادب اور ادیبوں کو قریب لانے سندھی ادیبوں اور ان تخلیقات کو پاکستان بھر میں متعارف کروانے کا کام کیا۔

> "سندھی اور اردو ادیب کوئی علیحدہ علیحدہ شے نہیں ان میں کوئی آسمانی فرشتہ نہیں ہے۔سب اسی دھرتی کے باسی ہیں۔دونوں زبانیں ہماری زبانیں ہیں۔ہم سب مل کر ایک ایسا جذبہ عمل بیدار کریں کہ جس کی تہہ میں انسانیت کی کار فرمائیاں ہوں جس میں خلوص ہو،مروت ہو،ایثار ہو،ہمدردی ہو اور دونوں زبانوں کی ترویج و اشاعت کی لگن ہو۔یہ عمل دونوں زبانوں کے لیے مفید ہے۔اگر سندھی زبان کے جواہر پارے اردو میں منتقل ہو جائیں تو یہ جواہر پارے ان فرضی قلعوں کو مسمار کر سکتے ہیں کہ جن کی بنیاد تعصب اور بیگانگی پر رکھی ہے۔"(۲)

"نئی قدریں"اردو زبان وادب کی ترقی وترویج کے ساتھ ساتھ علاقائی زبانوں کی ترقی اور ترویج کے لیے کوشاں رہا۔خصوصی شماروں میں "نئی قدریں" کا ۱۹۶۰ء میں مشرقی پاکستان نمبر ۱۹۶۴ء میں اردو سندھی ادبی کنونشن نمبر ۱۹۶۴ء میں جشن نمبر ۱۹۶۶ء میں فکر جدید نمبر ۱۹۶۷ء میں شاعر نمبر ۱۹۶۸ء میں افسانہ نمبر اور ڈرامہ نمبر ۱۹۶۹ء میں غالب صدی ایڈیشن اور اقبال نمبر ۱۹۷۰ء میں حسرت ونظیر نمبر جب کہ ۱۹۷۰ء میں نیا ادب نمبر شائع ہوئے۔اگست ۱۹۸۰ء میں نئی قدریں کا سلور جوبلی نمبر شائع ہوا۔ مدیر ماہ نامہ نئی قدریں اختر انصاری نے "غالب کے طرفدار نہیں" کے عنوان سے ایک ادبی مباحثے کا سلسلہ شروع کیا۔اس سلسلے کی وضاحت کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

"اس باب کے آغاز سے ہمارا مقصد کسی کا امتحان ہر گز نہیں بلکہ لکھنے اور پڑھنے والوں کے درمیان ایک رابطہ مقصود ہے۔ نیز سمجھنے اور سمجھانے کے لیے چند راہیں متعین کی گئی ہیں۔"(۳)

اس سلسلے میں جو سوالات قارئین کے لیے پیش کیے گئے وہ یہ ہیں۔

(۱) شاہ عبداللطیف بھٹائی کی شاعری میں وہ کون سی خصوصیات ہیں جن کے سبب انہیں شہرت دوام ہوئی؟

(۲) سچل سرمست کی اردو اور سندھی شاعری میں آپ کس قسم کے رجحانات محسوس کرتے ہیں؟

(۳) سندھی زبان میں کون سا افسانہ نگار اپنے افسانوں میں زندگی کی صحیح ترجمانی کرتا ہے؟

(۴) مجنوں گورکھپوری، آلِ احمد سرور، محمد حسن عسکری، احتشام حسین، ممتاز حسین اور ڈاکٹر محمد حسن کی تنقیدوں میں کس کے اسلوب اور نقطۂ نظر سے آپ کو اتفاق ہے اور کیوں؟

(۵) بلونت سنگھ، شوکت صدیقی، حیات اللہ انصاری، انتظار حسین اور اشفاق احمد کے افسانوں میں کس کے فنی اور فکری انداز سے آپ متاثر ہیں؟ اور کیوں؟

(۶) اختر الایمان، ظہیر کاشمیری پروفیسر شور (علیگ) خلیل الرحمن اعظمی عزیز حامد مدنی اور ناصر کاظمی میں سے کس کے یہاں فن اور فکر کا امتزاج زیادہ صحت مند اور واضح ہے؟ اور کس طرح؟(۴)

قارئین کے لیے پیش کردہ یہ چند علمی، فکری اور نظری مباحث پر مبنی سوالات اردو ادب کے ساتھ ساتھ سندھی ادب کے پڑھنے والوں کو بھی متوجہ کرتے ہیں۔ اردو ادب کے قارئین کو ان کے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

جوابات کے لیے سندھی ادب کو دیکھنا ہوگا۔یہ عمل دونوں کے قارئین اور ناقدین ادب کو یکجا کرنے کا بھی باعث بنا۔ڈاکٹر غلام مصطفٰی خان اس سلسلے کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں کہ:

"ایک نیا باب "غالب کے طرف دار نہیں" کے ذیل میں ہے جو بہت مفید ہے۔ اور امید ہے کہ اس کے تحت بہت کار آمد ادب منصہ شہود پر آسکتا ہے۔"(۵)

اس سلسلے میں مفتون احمد حیدر آباد سے جوابی خط میں لکھتے ہیں۔

"آپ نے سوال کیا اٹھائے ہیں اردو کے طالب علموں کا اچھا خاصا امتحان لیا ہے۔ اردو کے ہی نہیں سندھی کے بھی..... اسلوب اور نقطہ نظر دونوں کے اعتبار سے آل احمد سرور مجھے بہت پسند ہیں۔وہ ادبی تاریخ میں جو تسلسل دیکھتے ہیں ہر ایک کے ساتھ انصاف اور ہمدردی سے پیش آتے ہیں اچھی اور صالح قدروں کی جس طرح تبلیغ کرتے ہیں پھر حال میں انہوں نے جس طرح مارکسی تصور سے فائدہ اٹھایا ہے اور اردو اور انگریزی دونوں کے ادب پر ان کی نظر جتنی روشن ہے اس سے شاید ہی کسی کو انکار ہو۔وہ انگریزی دونوں کے ادب پر ان کی نظر جتنی روشن ہے اس سے شاید ہی کسی کو انکار ہو۔وہ انگریزی کے ساتھ اردو کے بارے میں کسی قسم کے احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہیں اور ہونا بھی نہیں چاہیے کیوں کہ ادب کے سوتے خواہ وہ انگریزی میں ہوں یا اردو میں بہرحال ایک ہیں احتشام حسین اور ممتاز حسین نے تنقید کے اصول زیادہ بتائے ہیں۔ادب پر ان کا اطلاق کم کیا ہے۔یہ ایک ایسی کمی ہے جس سے ان کا کام ادھورا راہ جاتا ہے اس سلسلے میں مجنوں گورکھپوری نے تھوڑا سا کام کیا ہے اور خاص طور پر اساتذہ کے متعلق ان کے بعض مضامین بہت اچھے ہیں اسلوب کے اعتبار سے ان کی تنقیدیں اتنی ہی شگفتہ ہیں جتنی ممتاز حسین یا احتشام حسین کی تنقیدیں خشک اور سپاٹ ہیں۔"(۶)

سرشار صدیقی صاحب طرز شاعر اور ادیب ہیں ان کا خط اس سلسلے میں قابل توجہ ہے لکھتے ہیں:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

"غالب کے طرف دار نہیں" سخن فہمی کا ایسا امتحان ہے جس کی زد میں آکر مبلغ علم کی حقیقت واضح ہوجاتی ہے۔اور وہ دبیز حجابات پگھلنے لگتے ہیں جن کی اوٹ رہ کر آدمی سخن فہمی کی خوش فہمیوں کا شکار رہتا ہے۔

آپ کے سوال نامہ کا چوتھا سوال واقعی ادبی رفتار کی نبض دیکھنے والوں کا مزاج پوچھنے کے لیے کافی ہے۔اس نازک مسئلہ میں وہی قلم کی ذمہ داریوں کا احساس کر سکتا ہے۔جس نے مذکورہ ادبی معماروں کا باالاستعاب مطالعہ کیا ہو۔

اس سلسلے میں،میں اپنی ادبی حیثیت سے قطع نظر محض ایک عام قاری کے نقطہ نگاہ کی وضاحت زیادہ موزوں سمجھتا ہوں کیوں کہ اس طرح مجھے اپنی شخصیت سے علم کی قلعی اتر جانے کا افسوس نہ ہو گا۔"(۷)

اس سلسلے کے بارے میں اپنی اپنی رائے کے بعد سرشار صدیقی نے اپنی تنقیدی آرا کا اظہار اس طرح کیا ہے۔

"میرے ذہن کو احتشام حسین کے علاوہ کسی سے تشفی کا احساس نہیں ہوا، مجنوں کا تبحر علمی سرور کی تحقیق، عسکری کا طرزبیان ان کی خصوصیت میں امتیازی پہلو ضرور پیدا کرتے ہیں ..... اس ضمن میں ممتاز حسین کا ذکر اس لیے ضروری نہیں سمجھا کہ وہ اپنے نظریہ کو موضوع اور فکر دونوں پر بُری طرح طاری کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں ان کے تخلیقات اقلیدس کا مقالہ بن کر رہ جاتی ہیں ..... چھٹے سوال میں مختلف ادبی قد پیش کرکے آپ نے اظہار خیال کی گنجائش کو محدود کر دیا ہے میری رائے میں اختر الایمان، ظہیر کا شمیری اور شور علیگ ایک زمرے کے شاعر ہیں اور اعظمی اور مدنی ان کے بعد آنے والے گروہ کے افراد ہیں ..... ضروری نہیں کہ میری یہ رائے آخری ہو میں نئی قدریں کی وساطت سے دوسری مقتدر آراء کی روشنی میں نئے زاویے سے مطالعہ شروع کروں گا۔ممکن ہے میری فکری اصلاح ہوسکے۔"(۸)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

اس سلسلے کے تحت سندھی زبان و ادب کے نامور محقق اور نقاد تنویر عباسی کا بھی خط شائع ہوا۔وہ لکھتے ہیں:

> "سچل سرمست کے متعلق،شاہ عبداللطیف نے کہا تھا کہ میں نے جو ہنڈیا پکائی ہے اس کا ڈھکنا سچل ہی اتارے گا۔شاہ عبداللطیف کا یہ قول سو فیصدی صحیح ثابت ہوا۔لطیف کے کلام میں اشاریت اور تلمیح کا استعمال ہوا ہے۔اس کے برعکس سچل کے ہاں ایک قسم کی نڈرپن،ہوشمندی اور وارفتگی کے عناصر پائے جاتے ہیں حالاں کہ سچل اورشاہ دونوں کی شاعری ایک مکتبہ خیالات کی ترجمانی کرتی ہے۔
> سچل نے دوسرے صوفی شعرا کی طرح مذہب سے کھلم کھلا بغاوت کر کے عالمی برادری کے نظریے کو فروغ دیا اور یہ رجحان ان کی شاعری پر ہر جگہ حاوی ہے۔"(۹)

"غالب کے طرف دار نہیں"کے تحت سوالات کے جواب کے لیے ڈاکٹر غلام مصطفی خان صاحب کا خط ان کے نپے تلے اورمتوازن تنقیدی خیالات پیش کرتا ہے۔ڈاکٹر صاحب شعرائے کرام کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

> "آپ کا سوالنامہ زیر غور تھا۔سوچ رہا تھا کہ ظہیر کاشمیری،اختر الایمان، شور، خلیل الرحمن اعظمی،عزیز حامد مدنی اور ناصر کاظمی میں فکر وفن کا امتزاج کس کے یہاں مستحسن ہے۔سب سے پہلے مدنی او رکاظمی کا خیال آیا اس لیے نہیں کہ یہ اس معیار پر پورے اترتے ہیں بلکہ اس لیے کہ ان میں سے ایک مجھے ذاتی طور پر پسند ہیں اور ایک بالکل ناپسند ظاہر ہے کہ جب ذاتی پسند اور ناپسند ذہن و شعور پر بُری طرح حاوی ہو تو تنقید کا حق ادا کرنا ممکن نہیں۔ان دونوں حضرات کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔اب رہے ظہیر کاشمیری،اختر الایمان اور شور.....بہرحال میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اعظمی جو کچھ سوچتے ہیں اسے کہہ نہیں پاتے،اختر الایمان جو کچھ کہہ جاتے ہیں اسے سوچ نہیں پاتے،ظہیر سوچتے بھی ہیں اور کہتے بھی ہیں لیکن سوچتے کچھ اور ہیں کہتے کچھ اور ہیں۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

شورؔان سب سے زیادہ کامیاب ہیں۔اس لیے کہ جو کچھ سوچتے ہیں اور جس معیار پر سوچتے ہیں اسی معیار پر ادا بھی کرتے ہیں۔ان کے یہاں مواد اور ہئیت میں ایک صالح اور مستحسن ہم آہنگی ہے اور یہی ان کی عظمت کی دلیل بھی ہے۔"(۱۰)

خلیل الرحمن اعظمی کا بھی ایک خط اسی سلسلہ "غالب کے طرف دار نہیں" میں ملتا ہے۔

"نئے شاعروں کے سلسلہ میں آپ نے جو سوالنامہ شائع کیا ہے اس کے بارے میں کیا لکھوں،اس میں آپ نے میرا نام شامل کر کے مجھے بھی باندھ دیا ہے۔اس سوال پر میرا اعتراض یہ ہے کہ اس میں دونسلوں کے شاعر آپ نے ایک ساتھ لیے ہوئے ہیں۔شور، ظہیر کاشمیری اور اخترا لایمان ان شعرا میں سے ہیں جو تقسیم سے قبل اپنی حیثیت متعین کر چکے تھے۔اس وقت تو میں نے قلم بھی نہیں سنبھالا تھا۔تقسیم کے بعد جو نئی نسل پروان چڑھی ہے اس میں ابن انشا، ناصر کاظمی، جعفر طاہر، عزیز حامد مدنی،تیغ الہٰ آبادی،عبدالعزیز خالد اور شاذ تمکنت وغیرہ کا نام ایک ساتھ آ سکتا ہے اور ان شعرا کے کلام کو ایک ساتھ مطالعہ کرنے میں لطف بھی آئے گا۔"(۱۱)

اختر انصاری اکبر آبادی ایک کہنہ مشق ادیب تھے۔"غالب کے طرف دار نہیں" جیسے سلسلے کا آغاز ان کی علمی وادبی بصیرت کے علاوہ صحافتی اور مدیرانہ صلاحیتوں کا اظہار بھی ہے۔سندھ کی اردو ادبی صحافت میں یہ ایک منفرد سلسلہ تھا۔اس سلسلے میں پاکستان کے نامور ادیبوں، شاعروں، محققین اور ناقدین نے شرکت کی اور عام قارئین ادب کے خطوط بھی شائع ہوئے۔افسوس یہ سلسلہ تادیر جاری نہ رہ سکا۔مئی ۱۹۵۷ء کے شمارے میں اس سلسلے کے حوالے سے مدیر نے لکھا ہے:

"مندرجہ بالا عنوان کے تحت چند سوالوں کے جواب اور خطوط کی اشاعت پچھلے شمارے تک جاری رہی،اس بار پرانے سوالات کا سلسلہ ختم کیا جا رہا ہے صرف کرم فرماؤں کے خطوط درج ہیں۔ہم سوالوں کا سلسلہ جاری رکھنا چاہتے ہیں مگر اب سوالات کے طریق اشاعت اور نئے سوالات کے ضمن میں اپنے محترم لکھنے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

والوں اور 'نئی قدریں' کے قارئین کا مشورہ ضروری سمجھتے ہیں تاکہ ہمارے لکھنے اور پڑھنے والوں میں ایک خاص قسم کا ذہنی رابطہ قائم ہو سکے۔" (۱۲)

اسی طرز فکر پر "نئی قدریں" میں ایک قدرے مختلف انداز میں نیا سلسلہ شروع کیا گیا جس کا عنوان "چونک اٹھا سن کے عکس کی آواز" تھا۔صبا اکبر آبادی کا ایک شعر:

چونک اٹھا سن کے عکس کی آواز
آئینہ دیکھتا تھا آئینہ ساز

مختلف ادیبوں، شاعروں کو بذریعہ خطوط اظہار خیال کے لیے بھیجا گیا اور جواب میں موصول ہونے والے خطوط کو "اظہار خیال" کے تحت پیش کیا گیا۔مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے مولانا ضیا احمد بدایونی لکھتے ہیں:

"شعر زیر بحث کی نسبت اپنی رائے عرض کرتا ہوں۔شعر بامعنی اور خیال گہرا ہے،یہ دوسری بات ہے کہ انداز بیاں تغزل سے ذرا ہٹا ہوا اور بعض اصحاب کے مذہبی مسلک کے خلاف ہے۔غرض خیال صوفیانہ ہے اور صوفیہ کی روش کے مطابق استعاروں میں ادا ہوا ہے۔آئینہ ساز سے حق سبحانہ، آئینہ سے اعیان ثابتہ (یعنی تصورات و معلومات الٰہی جو عدم اضافی سے متصف ہیں) عکس سے تجلیات یا ظہورات (یعنی کائنات جو نتیجہ ہے ایمان پر حق تعالیٰ کی تجلی کا) اور عکس کی آواز سے وہ افعال و آثار مراد ہیں جو کائنات کے اس عارضی وجود پر مرتب ہوتے ہیں۔رہا چونک اٹھنا، اس سے مراد حیرت یا خوشی کا جذبہ ہے جو کسی عجیب یا نئی چیز کو دیکھ کر پیدا ہو(اگرچہ شرعاً ایسے جذبہ یا کیفیت کا اطلاق ذات بے کیف پر اعتبار ہے)۔شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب حق سبحانہ نے اعیان پر توجہ کی اور ان پر اپنی تجلی ڈالی تو کارخانہ عالم وجود میں آگیا نہ صرف یہ بلکہ تجلیات کے مظاہر سے گونا گوں افعال و آثار ظاہر ہوئے جن کو دیکھ کر اس کو ایسی ہی حیرت یا مسرت ہوئی جیسے انسان کو آئینہ میں اپنا عکس دیکھ کر ہوتی ہے۔"(۱۳)

اسی شعر کی تفہیم و تشریح کرتے ہوئے علامہ نیاز فتح پوری لکھتے ہیں:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

"شعر بے معنی ہے۔عکس کی آواز کا کوئی مفہوم نہیں۔شعر کی خوبی یہ ہے کہ اس کا مفہوم بغیر کسی تاویل و تصریح کے فوراً ذہن نشین ہوجائے۔شعر میں کسی آیت کی تفسیر بیان کرنا، شعر اور آیت دونوں کی توہین ہے۔علاوہ اس کے اس شعر میں کوئی فلسفہ،تصوف بھی ایسا نہیں ہے جو قابل توجہ ہو۔"(۱۴)

ڈاکٹر مسعود حسین علی گڑھ سے اس شعر کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں:

"شعر کو میں نامکمل اظہار کی اچھی مثال سمجھتا ہوں۔دراصل شاعر کے ذہن میں مصور اور تصویر کے تلازمے گھوم رہے ہیں۔یعنی مصور اپنی تصویر کی آواز سن کر چونک رہا ہے .....آئینہ ساز آئینے میں کس کا عکس دیکھتا ہے،ظاہر ہے اپنا .....اپنا عکس اس کو چونکا دینے کا باعث کیوں کر ہو سکتا ہے۔پھر اس تحیر میں لذت شعری کیا ہے؟ مصور کو اپنے نقش پر سو سو ناز ہو سکتے ہیں لیکن آج تک یہ نہیں سنا کہ آئینہ ساز کو اپنے عکس پر ناز ہو یا تعجب ہو۔ایسا کیوں اور کیسے ہو سکتا ہے۔سبب اور وجہ مفقود ہے .....شعر نامکمل اظہار اور غلط تلازموں کی نمائندہ مثال ہے۔"(۱۵)

"اظہار خیال" کا یہ سلسلہ بھی جاری نہ رہ سکا مگر اس سلسلے نے ایک انداز فکر ضرور دیا کہ اگر اردو ادبی رسائل میں چند صفحات ایسے علمی و ادبی سلسلوں کے لیے وقف کر دیے جائیں تو رفتہ رفتہ ایک عہد میں جاری مختلف علمی و ادبی رجحانات، نظریات،تحریکوں سے متعلق مباحث مکتوبات کی صورت جمع ہوتے چلے جائیں گے۔ماہ نامہ "نئی قدریں" نے اپنے ۳۰سالہ اشاعتی سفر میں مالی مشکلات کا بھی سامنا کیا۔اشاعت کادورانیہ متاثر ہوالیکن اشاعت بند نہ ہوئی۔اگست ۱۹۸۵ء میں اختر انصاری اکبر آبادی کاانتقال ہوا۔اور "نئی قدریں" کااشاعتی سفر ختم ہوا گیا۔"(۱۶)

مقتدرہ قومی زبان کے تحت "اخبار اردو" جولائی ۱۹۸۱ء میں کراچی سے ڈاکٹر معین الدین عقیل کی ادارت میں جاری ہوا۔اس رسالے میں ایک سلسلہ "مسائل و مباحث" شروع کیا گیا جس کے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

تحت اردو زبان کے نفاذ اور مسائل سے متعلق آرااور تجاویز کا حصول مقصود تھا۔یہ سلسلہ عام قارئین ادب سے لے کر مشاہیر علم و ادب تک کے جوابی خطوط کو پیش کرتا رہا۔اس ادبی سلسلے کی حیثیت بھی ایک علمی و ادبی مذاکرے جیسی تھی۔

۱۹۹۵ء میں اے۔آر۔ممتاز کی ادارت میں ما ہ نامہ "جائزہ" کراچی سے شائع ہوا۔اس کے صلاح کاروں میں ن۔م۔راشد،ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، وقار عظیم، شوکت صدیقی،عبدالرحمن چغتائی، شفیع عقیل اور ابو الخیر کشفی شامل تھے۔اس ماہ نامے نے بھی "دانش کدہ" کے عنوان سے ایک ایسا ہی سلسلہ شروع کیا۔اس سلسلے کے تحت عموماً قارئین خطوط تحریر کر کے اپنے سوالات پیش کرتے تھے۔سوالات علمی، ادبی اور سائنسی نوعیت کے ہوا کرتے تھے۔ماہ نامے کی انتظامیہ مشاہیر علم و ادب سے ان سوالات کے جوابات حاصل کر کے اس سلسلے کے تحت شائع کرتی تھی۔

ضمنی طور پر اگر بچوں کے رسائل کا تذکرہ کیا جائے تو ان میں بھی اس انداز کے سلسلے ماضی میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ماہ نامہ 'آنکھ مچولی' کراچی میں 'امی ابو کا صفحہ' کے عنوان سے بچوں کے خطوط ان کے امی اور ابو کے نام شائع ہوتے تھے۔اس صفحے پر بچے اپنے والدین سے متعلق اپنے دلی جذبات اور احساسات خط کی صورت میں تحریر کرتے تھے۔۲۰۰۶ء میں ایم مجاہد خان کی ادارت میں کراچی سے ماہ نامہ "گوگو" نے بھی بچوں کے خطوط کو خصوصی اہمیت دی۔اس رسالے کی انفرادیت یہ رہی کہ قارئین بچوں کے تبصراتی خطوط کے صفحات مختص کیے اور یہ اعلان کیا کہ جو بچہ رسالہ پڑھ کر سب سے اچھا تبصراتی خط تحریر کرے گا اسے انعام دیا جائے گا لہٰذا اس سلسلے کے تحت بچوں نے نہایت ذوق و شوق سے رسالے کے مندرجات پر اپنی آرا، اپنا تبصرہ بہ صورت خط تحریر کر کے بھیجا اور اس رسالے نے نہ صرف وہ خطوط شائع کیے بلکہ انعام بھی دیے۔"ہمدرد نونہال" میں مستقل نہیں لیکن مختلف ادوار میں قارئین کے تبصراتی خطو ط اور سوال و جواب کے سلسلوں کے تحت علمی اور معاشرتی موضوعات پر خطوط شائع ہوتے رہے۔بچوں کے رسائل میں ان خطوط کی اشاعت دیگر نامور اردو ادبی رسائل کے سلسلوں کے مقابلے میں تو اہمیت کی حامل نہیں لیکن زندگی کے ابتدائی دور میں ادب کے ذوق،اپنی رائے،اپنا تجزیہ اور اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کی ہمت اور حوصلہ عطا کرنے میں بنیادی نوعیت کا حامل ضرور ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

سندھ سے شائع ہونے والے اردو ادبی رسائل میں ادبی مذاکرہ یا مباحثے کا انعقاد اور شرکا کا اپنے افکار و نظریات کا بہ صورت خط اظہار کرنا اپنی نوعیت کے حوالے سے انفرادیت اور اہمیت کا حامل ہے۔اردو ادبی رسائل 'افکار'، 'نئی قدریں'، 'سب رس'،'فاران' وغیرہ کے مدیران اپنے اداریوں میں اس بات کا تذکرہ کئی بار کرتے نظر آئے کہ ادیبوں،شاعروں، نقادوں اور محققین کی جانب سے قلمی تعاون میں کمی محسوس ہوتی ہے یا تاخیر رہتی ہے۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کسی موضوع پر مضمون یا مقالہ تحریر کرنے کے لیے مطلوبہ موضوع پر ذہن میں موجود صرف چند اہم نکات یا خیالات ہی پیش نہیں کرنے ہوتے بلکہ مضمون یا مقالے کے فنی لوازم بھی پورے کرنے پڑتے ہیں اور بعض اوقات یہ ہی وجہ تاخیر کا سبب بنتی ہے۔دوسری جانب اگر کسی موضوع پر اپنی رائے،خیالات و افکار بہ صورت خط پیش کرنا ہوں تو اب مضمون یا مقالہ نگاری کے اصول اور فنی لوازم سے قطع نظر خط کے لوازم اس کی ہئیت،اس کے اسلوب تحریر، اس کی بے ساختگی، اس کی برجستگی ذہن میں رہے گی اور کم وقت میں اپنے خیالات پیش کیے جا سکیں گے۔خط تو صرف چار پانچ لائن کا بھی ہو سکتا ہے اور پانچ صفحات کا بھی لیکن خط تحریر کرنے والے کے ذہن میں خط کی ایک اہم خوبی یعنی اختصار جب ذہن میں ہو تو وہ یقینا اپنی بات، اپنے نکات کو بیان کرتے وقت گفتگو کو صرف اتنا ہی طول دے گا جتنا کہ ایک خط میں دینا مناسب ہوتا ہے اور وہ خط کی فنی حدود کے اندر رہتے ہوئے ہی اپنی بات مکمل کرلے گا۔مذکورہ ادبی مذاکرے مکتوبات کے اس منفرد،مفید اور مؤثر استعمال کو عملی طور پر پیش کرتے ہیں۔رسائل میں جاری ادبی مذاکرے یا مباحثے ایک جانب تو اہلِ علم دانش کو بہ سہولت دعوتِ فکر دیتے نظر آتے ہیں اور دوسری جانب اردو مکتوب نگاری کے ارتقا میں اس نوعیت کے مکتوبات کا اضافہ کرتے ہیں جو کسی مضمون یا مقالے کے نکات اور مزاج اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ انیس خان، محمد، ۱۹۹۸ء، حیات اختر، مکتبہ جلیسان ادب، حیدرآباد، ص ۲۹

۲۔ نئی قدریں (ماہ نامہ) شمارہ ۷۔۸، جلد ۲۲، ۱۹۵۶ء، حرفے چند (اداریہ)

۳۔ اختر،انصاری، اکتوبر ۱۹۵۶ء،ماہ نامہ،نئی قدریں،حیدر آباد،ص ۷۵

۴۔ ایضاً

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 3, (July to Sep 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-III)urdu-25

ماخذ تحقیقی مجلہ

۵۔ غلام مصطفی،ڈاکٹر، اکتوبر۱۹۵۶ء،خط بہ نام مدیر، مشمولہ،ماہ نامہ، نئ قدریں،حیدر آباد،ص۷۶

۶۔ مفتون احمد ایضاً،ص ۷۷

۷۔ سرشار احمد،ایضاً،ص۷۸

۸۔ ایضاً،ص ۷۹

۹۔ تنویر احمد عباسی، اکتوبر ۱۹۵۶ء،،خط بہ نام مدیر، مشمولہ ماہ نامہ نئ قدریں، حیدرآباد، ص ۸۲

۱۰۔ غلام مصطفی، ڈاکٹر، جنوری ۱۹۵۷ء،خط بہ نام مدیر،مشمولہ ماہ نامہ نئ قدریں، حیدرآباد، ص ۷۰

۱۱۔ خلیل الرحمن، ایضاً، ص ۷۳

۱۲۔ اختر انصاری،مئ ۱۹۵۷ء، ماہ نامہ نئ قدریں، حیدرآباد، ص ۷۰

۱۳۔ ضیا احمد بدایونی، جلد۔۴، شمارہ۔۱، خط بہ نام مدیر شمولہ ماہ نامہ نئ قدریں، حیدرآباد، ص ۲۸

۱۴۔ نیاز فتح پوری، ایضاً، ص ۳۰

۱۵۔ مسعود حسین، ڈاکٹر، ایضاً، ص ۳۱

۱۶۔ انیس خان، محمد، ۱۹۹۸ء، حیات اختر،مکتبہ جلیسان ادب، حیدرآباد، ص ۴۶